پروفیسر محمد اسلم

"ہیر وارث شاہ" کی تاریخی اہمیت

جس طرح فن کار اور شاعر اپنے ماحول اور گرد و پیش سے متاثر ہوتے ہیں اسی طرح وارث شاہ بھی اپنے ماحول اور گرد و پیش سے کافی حد تک متاثر تھا۔ وارث شاہ نے جس دور میں زندگی کے دن گزارے ہیں وہ دور سیاسی اعتبار سے بے حد خطرناک تھا۔ مغلوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نادر شاہ نے برصغیر پر حملہ کیا اور وہ جہاں کہیں سے بھی گزرا اپنے پیچھے دھوئیں کے بادل اور مظلوموں کی سسکیاں چھوڑ گیا۔ نادر شاہ کے جانشین احمد شاہ ابدالی نے بھی برصغیر پر دس حملے کیے۔ سکھوں نے دریائے جمنا سے لے کر دریائے چناب تک کے علاقے میں ایک آفت برپا کر رکھی تھی اور مسلمانوں کے لیے جینا دوبھر کر دیا تھا۔ اُدھر دہلی اور آگرہ کے درمیان جاٹوں نے لوٹ مار کا بازار گرم کیا ہوا تھا اور شمالی دوآبہ کے علاقے میں روہیلے حکومت اور عوام دونوں کو پریشان کر رہے تھے۔ دوسری جانب مرہٹے جنوبی ہندوستان کو زیر نگین کرنے کے بعد شمالی ہندوستان پر قبضہ جمانے کی فکر میں تھے اور انھوں نے ۱۷۵۹ء میں لاہور میں مرہٹہ گورنر مقرر کر دیا تھا۔

ظاہر ہے کہ جو شخص یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد قلم سنبھالے گا تو لامحالہ اس کے کلام میں ایسی تلمیحات ملیں گی جن میں ان واقعات کی جھلک دکھائی دے گی۔ اس مضمون میں ایسی تلمیحات کو سن وار ترتیب دے کر ان سے اس عہد کی ایک تصویر کھینچنے کی کوشش کی گئی ہے:

جیہا مار چتوڑ گڑھ شاہ اکبر ڈھاہ مورچے لئے محل کے نی

اس شعر میں وارث شاہ نے رانجھا اور سہتی کی جنگ کو اکبر اور رانا پرتاپ کی جنگ کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ اکبر کے چتوڑ پر حملہ کی مختصر سی تفصیل یوں ہے کہ اس نے ۲۰ راکتوبر

۱۵۶۷ کو چتوڑ کا محاصرہ شروع کیا۔ رانا پرتاپ ان دنوں شہر میں موجود نہ تھا اس لیے اس کی طرف سے جے مل نے چتوڑ کا دفاع کیا۔ ایک شب جب وہ قلعہ کی فصیل کا معائنہ کر رہا تھا تو اکبر نے تاک کر ایسا نشانہ لگایا کہ جے مل وہیں ڈھیر ہو گیا۔ جے مل کے مرتے ہی راجپوتوں کی کمر ہمت ٹوٹ گئی اور انھوں نے جوہر کی رسم ادا کی اور مردانہ وار لڑتے ہوئے مغلوں کے ہاتھوں مارے گئے [۱]۔ چتوڑ پر قبضہ کے بعد اکبر نے شہر کی فصیل گرا دی تاکہ راجپوت دوبارہ اسے اپنی قوت کا مرکز نہ بنالیں۔ اکبر نے شہر کی فتح کے بعد رانا پرتاپ کے نقارے درگاہ خواجہ معین الدین اجمیریؒ کی نذر کیے [۲]۔ رانا نے چتوڑ حاصل کرنے کی بڑی کوشش کی لیکن ہلدی گھاٹ کی جنگ میں اسے شکست فاش ہوئی اور وہ چتوڑ پر قبضہ کرنے کا ارمان دل میں لیے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوا:

نواب حسین خان نال لڑیا جویں ابوسمند [۳] وچ جوہنیاں دے [۴]

اس شعر میں وارث شاہ نے رانجھا اور سہتی کی لڑائی کو نواب حسین خان اور نواب عبدالصمد خان دلیر جنگ بہادر کی لڑائی کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ نواب عبدالصمد خان حضرت خواجہ ناصرالدین عبیداللہ احرارؒ کے اخلاف میں سے تھا اور وہ ۱۷۱۳ء میں لاہور کا گورنر مقرر ہوا تھا۔ اس زمانے میں قصور کے افغان لاہور کے کسی گورنر کو خاطر میں نہ لاتے تھے، اس لیے جب عبدالصمد خان

---

[۱] ابوالفضل، اکبر نامہ، مطبوعہ ۱۸۷۹ء، ج ۲، ص ۳۲۰۔

[۲] محمد اسلم، مسلم نیوز انٹرنیشنل، لندن اپریل ۱۹۶۳ء، ص ۲۹۔

[۳] عبدالصمد خان کو "احوال آدینا بیگ" میں سمد خان لکھا ہے:

(احوال آدینا بیگ، مخطوطہ برٹش میوزیم لندن، اورینٹل ۲۰۷۳، ورق ۶ الف۔

[۴] "مقامات وارث شاہ" کے فاضل مصنف سید علی عباس جلال پوری تحریر فرماتے ہیں کہ: "اس تلمیح کی کبھی تحقیق نہیں ہو سکی۔ نواب حسین خان لاہور کا ایک صوبیدار ہو گزرا ہے لیکن ابوسمند کا ذکر تاریخ میں نہیں مل سکا" (مقامات وارث شاہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء، ص ۷۱) ۔ اگر فاضل مصنف خافی خان کی منتخب اللباب (مطبوعہ کلکتہ ۱۸۷۴ء جلد دوم) ملاحظہ فرمائیں تو انھیں ۸۶۱ – ۸۶۴ صفحات پر اس لڑائی کی تفصیل ملے گی۔

مسند آرا ہوا تو حسین خان نے اس کی سیادت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ عبد الصمد خاں نے ۱۷۲۰ میں حسین خان کے خلاف فوج کشی کی اور چونیاں کے قریب اسے شکست دی۔ اس معرکہ میں حسین خاں اپنے بے شمار ساتھیوں سمیت مارا گیا اور قصور پر عبد الصمد خاں کا قبضہ ہو گیا۔[۵]

جویں زکریا خاں نے جنگ کیتا لے کے توپ پہاڑ تے کڑکیائی[۶]

زکریا خاں نواب عبد الصمد خاں کا لائق فرزند تھا اور وہ ۱۷۲۶ سے لے کر ۱۷۴۵ تک لاہور کا گورنر رہا۔ ان دنوں جموں کے راجاؤں کا یہ وطیرہ تھا کہ اگر لاہور کا گورنر دلیر اور طاقتور ہوتا تو وہ اس کی اطاعت کا دم بھرنے لگتے اور اگر وہ کمزور ہوتا تو سرکشی اختیار کر لیتے۔ نواب عبد الصمد خاں نے اپنے دورِ نظامت میں راجہ دھرپ دیو والئی جموں کو شکست دے کر اس سے خراج وصول کیا۔[۷] ۱۷۲۶ میں جب نواب موصوف ملتان کے گورنر مقرر ہوئے اور ان کی جگہ صوبہ لاہور کی گورنری زکریا خان کو ملی تو دھرپ دیو نے زکریا خاں کی نوعمری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سرکشی اختیار کی۔ زکریا خاں ایک لشکرِ جرار کے ساتھ دھرپ دیو کی گوشمالی کے لیے جموں کی طرف بڑھا۔ ادھر عبد الصمد خاں بھی بیٹے کی مدد کو پہنچا۔ زکریا خاں کی زبردست گولہ باری سے دھرپ دیو کے متعدد قلعے تباہ ہو گئے اور اس نے مجبور ہو کر خراج کی ادائیگی کے وعدہ پر زکریا خاں کی اطاعت قبول کر لی۔[۸]

---

[۵] ۱۔ خافی خاں، منتخب اللباب، مطبوعہ کلکتہ ۱۸۷۷ء، ج ۲، ص ۸۶۱

۲۔ محمد شجاع الدین، اسرار صمدی، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۵ء، ص ۲۶ - ۲۷۔

[۶] سید علی عباس جلالپوری کے خیال میں اس کا تعلق زکریا خاں اور بندہ بیراگی کی جنگ کے ساتھ ہے۔ (مقامات وارث شاہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲ء، ص ۱۷۰) غالباً اس بارے میں کچھ غلط فہمی ہوئی ہے۔ کیونکہ بندہ بیراگی اور عبد الصمد خان کی جنگ ایک میدانی قصبے لوہ گڑھ میں ہوئی تھی اور ان دنوں زکریا خاں بالکل ہی نوعمر تھا۔ اس واقعہ کے بارہ سال بعد جب زکریا خاں لاہور کا گورنر مقرر ہوا تو وہ بالکل نوجوان تھا۔

[۷] محمد شجاع الدین، اسرار صمدی، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۵ء، ص ۴۲

[۸] ایضاً، ص ۴۲

وارث شاہ جویں ولاں پنجاب لُٹی تویں جوگی دی رسد اجاڑیاں نے

مغلیہ حکومت کی کمزوری کے باعث پنجاب میں نیم خود مختار حکومت قائم ہوگئی تھی۔ عبد الصمد خاں، زکریا خاں، شاہنواز خاں اور میر معین الملک المعروف بہ میر منو بڑے قابل اور طاقتور حکمران تھے۔ انھوں نے پنجاب میں سکھوں کا زور توڑنے اور امن و امان برقرار رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ میر منو کے عہد میں جب سکھوں نے قوت پکڑی تو اس نے اعلان کیا کہ جو شخص ایک سکھ کا سر کاٹ کر لائے گا اسے پانچ روپے بطور انعام ملیں گے، بعد ازاں یہ رقم گیارہ روپے کردی گئی۔[۹] ایک بار عید الاضحیٰ کے موقع پر گیارہ سو سکھ پکڑے گئے جنھیں میر منو نے قتل کروا دیا۔ اسی مقتل کا نام سکھوں نے شہید گنج رکھا اور وہاں اپنے عہد حکومت میں یادگار کے طور پر ایک گوردوارہ تعمیر کیا۔ یہ گوردوارہ لنڈا بازار کے عقب میں مسجد شہید گنج کے بالمقابل تاحال موجود ہے۔ میر منو نے جس کثرت کے ساتھ سکھوں کو قتل کروایا تھا اس سے ان کے ہاں یہ ضرب المثل مشہور ہوگئی:[۱۰]

میر منو ساڈی داتری اساں منو دے سوئے
جوں جوں سانوں وڈھدا اسیں گھنیرے ہوئے[۱۱]

میر منو نے سکھوں کی قوت کو ختم کرنے کی بڑی کوشش کی اور وہ اس میں کافی حد تک کامیاب ہوا لیکن اس کی بے وقت موت کے بعد ملک کا نظم و نسق تباہ ہو گیا اور سکھوں نے اس صورت حال سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دوبارہ قوت پکڑ لی۔ اس عہد میں جسا سنگھ آہلو والیہ، چڑھت سنگھ

---

[۹] نور احمد چشتی، تحقیقات چشتی، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۴ء، ص ۹۷۵

[۱۰] مفتی علی الدین، عبرت نامہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۱ء، ج ۱، ص ۲۰۸

[۱۱] نور احمد چشتی نے یہ شعر یوں نقل کیا ہے:

میر منو ساڈی داتری اسیں منو دے سوئے
جو جو سانوں وڈھدا اسیں دونے ہوئے

(تحقیقات چشتی، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۴ء، ص ۹۷۵)

سکرچکیہ، لہنا سنگھ بھنگی، گوجر سنگھ بھنگی، ہری سنگھ بھنگی، آلا سنگھ، سوبھا سنگھ اور تارا سنگھ نے بڑا نام پیدا کیا۔ ان سرداروں نے سکھوں کے جتھے بنا کر پنجاب میں لوٹ مار شروع کر دی، اور مسلمانوں سے میر منّو کے مظالم کا بدلہ لینے لگے۔ اسی زمانے میں سکھّا شاہی اور ریرچھا گردی کی اصطلاحات معرض وجود میں آئیں۔

وارث شاہ نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ بڑے پُرآشوب دور میں گزارا تھا۔ اس نے اپنی جوانی میں ۱۷۳۹ میں نادر شاہ کا حملہ دیکھا تھا۔ جب وہ اپنے بڑھاپے میں ہیر لکھنے بیٹھا تو ابھی اس کے دل میں اس حملہ کی یاد باقی تھی، جس کا ذکر وہ اپنے ایک شعر میں یوں کرتا ہے :

نادر شاہ توں ہند پنجاب دھڑکے میرے بادا تدھ بھونچال کیتو

نادر شاہ کے سپاہی جس طرح بے گناہوں کا خون بہاتے پھرتے تھے اس کا ذکر بھی وارث شاہ نے ان الفاظ میں کیا ہے :

قزلباش جلاد خونی نکل دوڑیا اردہ بازار وچوں

نادر شاہ کے جانشین احمد شاہ ابدالی نے دس بار برصغیر پر حملہ کیا، اُدھر سکھوں کے جتھے پورے پنجاب میں لوٹ مار کرتے پھرتے تھے۔ وارث شاہ نے افغانوں اور سکھوں کو بارہا دھاڑتے مارتے دیکھا تھا۔ جب رانجھا ہیر کی تلاش میں اس کے سسرال پہنچا تو وارث شاہ نے کھیڑوں کے گاؤں میں اس کی آمد کا یوں ذکر کیا ہے :

اینویں سر کدا آوندا کھیڑیاں نوں جویں فوج چڑھ دوڑدی لُٹ اُتے

ہیر کے مطالعہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سیاسی بحران اور لاقانونی کے اس دور میں لاہور کے مالدار لوگ خصوصاً ساہوکار محفوظ نہ تھے اور انھوں نے اپنا مال و دولت محفوظ جگہوں پر منتقل کر دیا تھا اور اس کی حفاظت کے لیے اپنے خرچ پر حفاظتی دستے متعین کر دیے تھے۔ وارث شاہ نے اس حقیقت کا اعتراف ان لفظوں میں کیا ہے :

شاہوکار دا مال جیتوں وچ کوٹاں نال لے چونکیاں پھرن لاہور وانگوں

حفاظتی دستوں کا تقرر غالباً ابتدائی دور کی بات تھی۔ اس کے بعد حالات اس قدر خراب

ہو گئے کہ کسی کی جان اور مال محفوظ نہ رہے۔ تاجر پیشہ ہندو خاص طور پر لٹیروں کی ہوسِ زر کا نشانہ بنتے تھے۔ اکثر اوقات ایسا بھی دیکھنے میں آتا کہ طاقتور لٹیرے کسی دوکاندار کو کان سے پکڑ کر گدی سے اٹھا دیتے اور خود دکان پر قبضہ جما لیتے۔ وارث شاہ نے ایسے واقعات کا ذکر مندرجہ ذیل شعر میں کیا ہے:

ہٹ بھری بھگتی نوں سانبھ لیو کڈھ چھڈیو ننگ کراڑ میاں

کراڑ کو ننگا کر کے دوکان سے باہر نکال کرنے کی وارداتوں کا تعلق اس دور سے تھا جب غنڈے دھونس سے اپنا کام نکال لیتے تھے۔ جب اس طرح کی وارداتوں سے ان کے حوصلے بڑھ گئے تو وہ راہ چلتے دوکانداروں کو بھی لوٹنے لگے۔

وارث شاہ نے اس کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

بڑا بول دا نیر پلٹ اکھیں جیہا بانیا شہر وچ لٹیا ای

ابھی تک تو صرف لوٹ مار کا ہی دور دورہ تھا لیکن کچھ عرصہ بعد لٹیروں کی ہوس زر یہاں تک بڑھ گئی کہ وہ بھرے بازار میں کھتری اور خوجے کو قتل کر کے ان کی املاک پر قبضہ جمانے لگے۔ وارث شاہ ہیر کے حسن کی تعریف کرتے ہوئے اس کے ہونٹوں کی سرخی کے متعلق لکھتا ہے:

سرخی ہوٹھاں دی لوہڑ دوندا مرڑے دا خوجے کھتری قتل بازار وچوں

اگر خوجے کھتری کا خون اتنا ارزاں اور عام نہ ہوتا تو وارث شاہ ہیر کے ہونٹوں کی سرخی کو ان کے خون سے تشبیہ نہ دیتا۔

وارث شاہ کے زمانے میں افغانوں اور سکھوں کی آئے دن کی لوٹ مار سے پنجاب میں گاؤں کے گاؤں اور شہروں کے شہر صفحۂ ہستی سے مٹتے جا رہے تھے [۱۲]

افغان سکھوں کی بستیوں کو اور سکھ مسلمانوں کی آبادیوں کو نذرِ آتش کر رہے تھے، وارث شاہ نے اس آتش زنی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

---

[۱۲] "اکثر قصبات را غارت کردند و بسیار شہر را بآتش سوختند"

(گنیش داس، تاریخ پنجاب، مخطوطہ برٹش میوزیم لندن، اورینٹل ۱۶۹۲، ورق ۳۷ الف)

وارث شاہ میاں دا شہر لنکا چاروں طرف ہی اگ مچایا ای

اس آتش زنی میں دیہی آبادیوں کے علاوہ اکثر شہروں کو بھی ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا اور وہاں بڑی بڑی عظیم عمارتیں اور عالی شان محلات جل کر راکھ کا ڈھیر ہو گئے۔ وارث شاہ نے ان کی تباہی کا ذکر اس شعر میں کیا ہے:

وڈے وڈے ڈیہہ ڈھیر ہوتے ہن نویں ہی محل اساریے نی

آدینہ بیگ ولد چنوں شرق پور کا باشندہ اور ذات کا ارائیں تھا۔[۱۳] اس نے اوائل جوانی میں مغلوں کی ملازمت اختیار کر لی اور ترقی کرتے کرتے جالندھر دوآب کا حاکم بن بیٹھا۔ ۱۷۵۵ میں اس نے سرہند کے گورنر قطب خان روہیلہ کو شکست دی اور سرہند پر قبضہ کر لیا۔ سرہند پر قابض ہونے سے جمنا سے لے کر دریائے بیاس تک کا علاقہ اس کے تسلط میں آ گیا۔ دربار دہلی چونکہ قطب خان کی سرکشی کے باعث اس سے ناراض تھا اس لیے اسے شکست دے کر آدینہ بیگ نے دربار دہلی کی خوشنودی حاصل کر لی۔

لاہور میں ان دنوں خواجہ عبداللہ خان گورنر تھا۔ اس کے دورِ نظامت میں لاہور میں شدید قحط رونما ہوا، حتیٰ کہ یہ ضرب المثل عام ہو گئی:[۱۴]

حکومت نواب عبداللہ   نہ رہی چکی نہ رہیا چلھا

لوگ خواجہ عبداللہ خان سے تنگ آئے ہوئے تھے اس لیے جب آدینہ بیگ نے لاہور پر حملہ کیا تو انھوں نے کوئی مزاحمت نہ کی اور آدینہ بیگ شہر پر بلا کسی دقت کے قابض ہو گیا۔ آدینہ بیگ نے صادق بیگ خان کو لاہور میں اپنا نائب مقرر کیا اور خود جالندھر واپس چلا گیا۔

انہی دنوں عماد الملک اور مغلانی بیگم میں عمدہ بیگم کی رخصتی کے بارے میں تنازع چل رہی تھی۔ عماد الملک نے اسی کو بہانہ بنا کر دس ہزار فوج کے ساتھ ۵ جنوری ۱۷۵۶ کو دہلی اور لاہور کی

۱۳؎ احوال آدینا بیگ، مخطوطہ برٹش میوزیم لندن، اورینٹل ۲۰۴۳، ورق ۵۔

۱۴؎ محمد شجاع الدین، نقوش، لاہور نمبر، مطبوعہ ۱۹۶۲ء، ص ۱۰۳

جانب کوچ کیا۔ سرہند میں اس کی ملاقات آدینہ بیگ سے ہوئی تو آدینہ بیگ نے عماد الملک سے کہا کہ وہ لاہور پر اس کا قبضہ بغیر جنگ کے کرا دے گا۔ آدینہ بیگ اور عماد الملک کے دباؤ کے تحت مغلانی بیگم نے عمدہ بیگم کو رخصت کر دیا۔ اس کے باوجود آدینہ بیگ کے سپاہیوں نے بیگم صاحبہ کی حویلی کا محاصرہ کر لیا اور بالآخر اسے گرفتار کر کے دہلی بھیج دیا۔[۱۵]

مغلانی بیگم کی گرفتاری کے بعد دربار دہلی نے آدینہ بیگ کو تیس لاکھ روپے سالانہ خراج ادا کرنے کے وعدہ پر لاہور اور ملتان کا گورنر تسلیم کر لیا۔[۱۶] اسی اثنا میں احمد شاہ ابدالی نے مغلانی بیگم کی بے عزتی کا بدلہ لینے کے لیے لاہور پر چڑھائی کر دی اور اس کے ہراول دستوں نے جنگ باز خاں کی سرکردگی میں ۱۴ اکتوبر ۱۷۵۶ کو لاہور پر قبضہ کر لیا۔

جنگ باز خاں کے حملہ کے موقع پر آدینہ بیگ نے لاہور سے بھاگ کر جلال آباد (باری دوآب) میں پناہ لی۔ احمد شاہ کے حکم پر اس کا کماندار جہان خاں اس کی گرفتاری پر مامور ہوا۔ آدینہ بیگ جلال آباد سے بھاگ کر نور محل پہنچا لیکن وہاں بھی خود کو غیر محفوظ پا کر تہاڑا کی طرف بھاگ گیا۔ جہان خان اس کے تعاقب میں لگا ہوا تھا اس لیے آدینہ بیگ تہاڑا سے ہریانہ ہوتا ہوا کانگڑہ کے نواح میں کالی بلوان نامی قصبہ میں پناہ گزین ہوا۔[۱۷] اس بھاگ دوڑ میں اس کا مال و اسباب افغانوں کے ہاتھ لگا۔ اسی پر وارث شاہ نے کہا تھا:

دینا بیگ دے مگر جو پئے غلزئی[۱۸] ڈیرا لٹ کے چاکنگال کیتا

جنوری ۱۷۵۷ میں احمد شاہ ابدالی نے چوتھی بار برصغیر پر حملہ کیا۔ اس کے لاہور پہنچنے سے پہلے ہی، جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے، آدینہ بیگ، صادق بیگ خان اور جمیل الدین لاہور

---

[۱۵] ہری رام گپتا، لیٹر مغل ہسٹری آف دی پنجاب، مطبوعہ لاہور ۱۹۴۴، ص ۹۱۔

[۱۶] غلام حسین طباطبائی، سیر المتاخرین، مطبوعہ نول کشور ۱۸۶۶، ج ۲، ص ۸۹۸۔

[۱۷] ہری رام گپتا، لیٹر مغل ہسٹری آف دی پنجاب، مطبوعہ لاہور ۱۹۴۴، ص ۹۱

[۱۸] سکھوں نے احمد شاہ ابدالی کا نام غلجہ رکھا ہوا تھا۔ (گنیش داس، تاریخ پنجاب، مخطوطہ برٹش میوزیم لندن، اورئنٹل ۱۶۹۳، ورق ۳۸ ب) اس لیے وہ اس کے سپاہیوں کو غلزئی کہتے تھے۔

سے فرار ہو گئے تھے۔ احمد شاہ لاہور میں اپنا نائب مقرر کر کے دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ کرنال کے مقام پر مغلانی بیگم نے، جسے عماد الملک آدینہ بیگ کی وساطت سے گرفتار کر کے دہلی لے گیا تھا، احمد شاہ کا پُر تپاک خیر مقدم کیا۔ جب افغان لشکر کرنال سے آگے بڑھا تو نریلا کے مقام پر عماد الملک نے احمد شاہ کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔ احمد شاہ بغیر کسی مزاحمت کے دہلی میں داخل ہو گیا اور اس نے مغلانی بیگم کی نشان دہی پر دہلی کے امرا و روسا سے کروڑوں روپے اگلوا لیے۔

دہلی سے واپسی پر احمد شاہ نے اپنے بیٹے تیمور کو پنجاب کا گورنر مقرر کیا اور جہاں خاں کو اس کا مشیر بنایا[19]۔ اس طرح پنجاب پر براہِ راست احمد شاہ کا قبضہ ہو گیا۔ وارث شاہ نے اس موقع پر یہ شعر کہا:

حکم ہور دا ہور اَج ہو گیا اَج ملی پنجاب قندھاریاں نوں

احمد شاہ نے اپنے چوتھے حملے میں دہلی پر قبضہ کر لیا اور اس کے سپہ سالار جہاں خان نے نجیب الدولہ کے ساتھ مل کر یکم مارچ ۱۷۵۷ کو متھرا پر قبضہ کر لیا۔ متھرا کے نواح میں بندرابن میں ہندوؤں کے بے شمار مندر اور پاٹھ شالائیں تھیں اس لیے یہ علاقہ پروہتوں اور پنڈتوں کا مسکن سمجھا جاتا تھا۔ جہاں خان اور نجیب الدولہ نے بندرابن میں ہندوؤں کے تعلیمی اور تہذیبی مراکز تباہ کر کے اکثر و بیشتر پنڈتوں اور پروہتوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اسی اثنا میں احمد شاہ ابدالی ولبھ گڑھ[20] فتح کرتا ہوا متھرا پہنچ گیا۔ احمد شاہ کی آمد سے قبل ہی افغان بندرابن کو تباہ و برباد کر چکے تھے اس لیے شاہ کی نظریں گوکل پر پڑیں گوکل وہی جگہ ہے جہاں کرشن چندر جی کا بچپن گزرا تھا اور جہاں وہ گوپیوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے کرشن چندر جی کے عقیدت مندوں کے نزدیک گوکل بڑا المقدس مقام

---

[19] احوال آدینہ بیگ، مخطوطہ برٹش میوزیم لندن، اورینٹل ۲۰۴۳، ورق ۶ الف

[20] میر غلام علی آزاد صاحب خزانۂ عامرہ اور غلام حسین طباطبائی صاحب سیر المتاخرین نے ولبھ گڑھ کی بجائے بلم گڑھ لکھا ہے۔

سے فرار ہو گئے تھے۔ احمد شاہ لاہور میں اپنا نائب مقرر کر کے دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ کرنال کے مقام پر مغلانی بیگم نے، جسے عماد الملک آدینہ بیگ کی وساطت سے گرفتار کر کے دہلی لے گیا تھا، احمد شاہ کا پُر تپاک خیر مقدم کیا۔ جب افغان لشکر کرنال سے آگے بڑھا تو نریلا کے مقام پر عماد الملک نے احمد شاہ کے آگے ہتھیار ڈال دیے۔ احمد شاہ بغیر کسی مزاحمت کے دہلی میں داخل ہو گیا اور اس نے مغلانی بیگم کی نشان دہی پر دہلی کے امرا و روسا سے کروڑوں روپے اگلوا لیے۔

دہلی سے واپسی پر احمد شاہ نے اپنے بیٹے تیمور کو پنجاب کا گورنر مقرر کیا اور جہان خان کو اس کا مشیر بنایا[19]۔ اس طرح پنجاب پر براہِ راست احمد شاہ کا قبضہ ہو گیا۔ وارث شاہ نے اس موقع پر یہ شعر کہا:

حکم ہور دا ہور اَج ہو گیا اَج ملی پنجاب قندھاریاں نوں

احمد شاہ نے اپنے چوتھے حملے میں دہلی پر قبضہ کر لیا اور اس کے سپہ سالار جہان خان نے نجیب الدولہ کے ساتھ مل کر یکم مارچ ۱۷۵۷ء کو متھرا پر قبضہ کر لیا۔ متھرا کے نواح میں بندرابن میں ہندوؤں کے بے شمار مندر اور پاٹھ شالائیں تھیں اس لیے یہ علاقہ پروہتوں اور پنڈتوں کا مسکن سمجھا جاتا تھا۔ جہان خان اور نجیب الدولہ نے بندرابن میں ہندوؤں کے تعلیمی اور تہذیبی مراکز تباہ کر کے اکثر و بیشتر پنڈتوں اور پروہتوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اسی اثنا میں احمد شاہ ابدالی ولبھ گڑھ[20] فتح کرتا ہوا متھرا پہنچ گیا۔ احمد شاہ کی آمد سے قبل ہی افغان بندرابن کو تباہ و برباد کر چکے تھے اس لیے شاہ کی نظریں گوکل پر پڑیں گوکل وہی جگہ ہے جہاں کرشن چندر جی کا بچپن گزرا تھا اور جہاں وہ گوپیوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے کرشن چندر جی کے عقیدت مندوں کے نزدیک گوکل بڑا مقدس مقام

۱۹۔ احوال آدینہ بیگ، مخطوطہ برٹش میوزیم لندن، اورینٹل ۲۰۴۳، ورق ۶ الف

۲۰۔ میر غلام علی آزاد صاحبِ خزانۂ عامرہ اور غلام حسین طباطبائی صاحبِ سیر المتاخرین نے ولبھ گڑھ کی بجائے بلم گڑھ لکھا ہے۔

سے فرار ہو گئے تھے۔ احمد شاہ لاہور میں اپنا نائب مقرر کر کے دہلی کی طرف روانہ ہوا۔ کرنال کے مقام پر مغلانی بیگم نے، جسے عماد الملک آدینہ بیگ کی وساطت سے گرفتار کر کے دہلی لے گیا تھا، احمد شاہ کا پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ جب افغان لشکر کرنال سے آگے بڑھا تو نریلا کے مقام پر عماد الملک نے احمد شاہ کے آگے ہتھیار ڈال دیے۔ احمد شاہ بغیر کسی مزاحمت کے دہلی میں داخل ہو گیا اور اس نے مغلانی بیگم کی نشان دہی پر دہلی کے امرا و روسا سے کروڑوں روپے اگلوا لیے۔

دہلی سے واپسی پر احمد شاہ نے اپنے بیٹے تیمور کو پنجاب کا گورنر مقرر کیا اور جہاں خاں کو اس کا مشیر بنایا۔[19] اس طرح پنجاب پر براہِ راست احمد شاہ کا قبضہ ہو گیا۔ وارث شاہ نے اس موقع پر یہ شعر کہا:

حکم ہور دا ہور اَج ہو گیا اَج ملی پنجاب قندھاریاں نوں

احمد شاہ نے اپنے چوتھے حملے میں دہلی پر قبضہ کر لیا اور اس کے سپہ سالار جہان خان نے نجیب الدولہ کے ساتھ مل کر یکم مارچ ۱۷۵۷ء کو متھرا پر قبضہ کر لیا۔ متھرا کے نواح میں بندرابن میں ہندوؤں کے بے شمار مندر اور پاٹھ شالائیں تھیں اس لیے یہ علاقہ پروہتوں اور پنڈتوں کا مسکن سمجھا جاتا تھا۔ جہاں خاں اور نجیب الدولہ نے بندرابن میں ہندوؤں کے تعلیمی اور تہذیبی مراکز تباہ کر کے اکثر و بیشتر پنڈتوں اور پروہتوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اسی اثنا میں احمد شاہ ابدالی ولبھ گڑھ[20] فتح کرتا ہوا متھرا پہنچ گیا۔ احمد شاہ کی آمد سے قبل ہی افغان بندرابن کو تباہ و برباد کر چکے تھے اس لیے شاہ کی نظریں گوکل پر پڑیں گوکل وہی جگہ ہے جہاں کرشن چندر جی کا بچپن گزرا تھا اور جہاں وہ گوپیوں کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے کرشن چندر جی کے عقیدت مندوں کے نزدیک گوکل بڑا مقدس مقام

---

[19] احوالِ آدینہ بیگ، مخطوطہ برٹش میوزیم لندن، اورینٹل ۲۰۴۳، ورق ۶ الف

[20] میر غلام علی آزاد صاحبِ خزانۂ عامرہ اور غلام حسین طباطبائی صاحبِ سیر المتاخرین نے ولبھ گڑھ کی بجائے بلم گڑھ لکھا ہے۔

سمجھا جاتا تھا اور وہاں انھوں نے بہت سے مندر اور پاٹھ شالائیں تعمیر کرلی تھیں۔ احمد شاہ نے گوکل کو خوب لوٹا اور جب[۲۱] وہ اس حملے کا مالِ غنیمت لے کر قندھار کی طرف روانہ ہوا تو اس کی مراجعت کی خبر پنجاب کے طول و عرض میں پھیل گئی۔ اس موقع پر وارث شاہ نے یہ شعر کہا:

فوجاں شاہ دیاں وارثا مار متھرا مُڑ پھیر لاہور نوں آئیاں نے

۱۷۶۱ میں جسا سنگھ آہلو والیہ نے لاہور پر حملہ کیا اور درانی گورنر خواجہ عبید خان کو شکست دے کر شہر پر قبضہ کر لیا۔ جسا سنگھ کے لاہور پر قبضے کی تفصیل میر غلام علی آزاد کی زبان سے سنیے:

" قوم سکھ (بکسر سین مہملہ و تشدید کاف تازی) ساکن صوبۂ پنجاب کہ از قدیم الایام خمیر مایۂ فتنہ و فساد اندو با اسلامیان عداوت و تعصب شدید دارند تا آنکہ معائنہ کردہ بودند کہ شاہ چندین مرتبہ ہندوستان را بی سپر ساخت، از راہ نا عاقبت اندیشی علم بغی و شورش افراشتند نائب شاہ را در لاہور کشتند و جسا سنگھ نامی را از قوم خود بپادشاہی افراشتند دیو وار بر مسند جم نشاندند و روی سکہ را بنام او سیاہ کردند"[۲۲]

اس نے فتح لاہور کے موقع پر جو سکے مضروب کروائے تھے ان پر یہ بیت منقوش تھی:[۲۳]

سکہ زد در جہاں بفضل اکال　　تخت احمد گرفت جسا کلال

لاہور کے مسلمانوں نے یہ سکے احمد شاہ ابدالی کو بھجوائے جنھیں دیکھتے ہی وہ سخت غضب ناک ہوگیا۔ احمد شاہ نے جسا سنگھ کی گوشمالی کی خاطر چھٹی بار برصغیر پر حملہ کیا لیکن اس کے لاہور پہنچنے سے قبل ہی جسا سنگھ حسب معمول کسی محفوظ مقام کی طرف بھاگ گیا۔ احمد شاہ

۲۱۔ گنڈا سنگھ، احمد شاہ درانی، مطبوعہ بمبئی ۱۹۵۹، ص ۱۷۹۔

۲۲۔ میر غلام علی آزاد، خزانۂ عامرہ، مطبوعہ نول کشور پریس کانپور، ص ۱۱۴۔

۲۳۔ کننگھم، ہسٹری آف دی سکھز، مطبوعہ دہلی ۱۹۵۵، ص ۸۹۔

۲۔ خوشونت سنگھ، اے ہسٹری آف دی سکھز، جلد اول مطبوعہ پرنسٹن ۱۹۶۴، ص ۱۵۲۔

کی واپسی کے بعد سکھ دوبارہ اپنی کمین گاہوں سے باہر نکل آئے اور انھوں نے حسب عادت لوٹ مار شروع کر دی۔ سنہ ۱۷۶۳ میں ہری سنگھ بھنگی اور جسا سنگھ آہلووالیہ نے قصور فتح کر کے خویشگی پٹھانوں کو قتل کر ڈالا اور شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔[۲۴] قصور کی تباہی کا مسلمانوں کو بڑا رنج ہوا جس کا اظہار وارث شاہ نے ان الفاظ میں کیا ہے:

سارے ملک پنجاب خراب ہو یوں سانوں وڈا افسوس قصور دا اے

جسا سنگھ اور ہری سنگھ بھنگی نے قصور کو اس طرح سے تباہ کیا کہ وہ شہر رہنے کے قابل نہ رہا۔ اس لیے سکھوں نے لوٹ مار کے بعد وہاں سکونت اختیار نہ کی۔ نواب ولی داد خان کے فرزند شہباز خان نے قصور پر قبضہ کرنے کے لیے کچھ فوج جمع کی تو اس کے ارادے کی خبر پاتے ہی گنڈا سنگھ اور جھنڈا سنگھ نے اس پر قبضہ کر لیا۔ شہباز خاں نے قصور پر قبضہ کرنے کا خیال چھوڑ کر اٹاری اور ڈنڈ یانوالی پر حملے کیے اور ستلج کے دونوں کناروں پر قابض ہو گیا۔ پاک پتن کے حاکم شیخ سبحان چشتی کی مدد سے شہباز خان نے نکئی مثل کے علاقے پر حملہ کیا اور ایک جھڑپ میں نکئی مثل کا سردار ہیرا سنگھ مارا گیا۔[۲۵] شہباز خاں کی اس کامیابی سے مسلمانوں کو بے حد خوشی ہوئی جس کا اظہار وارث شاہ نے یوں کیا ہے:[۲۶]

ڈیرا بخشی دا مار کے لٹ لیا فتح پائی پٹھان قصور دے نے

احمد شاہ کے برصغیر پر حملوں کے وقت پنجاب سکھوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ احمد شاہ نے سکھوں کی سرکوبی کی بڑی کوشش کی لیکن وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا۔ سکھوں کو جونہی احمد شاہ کی آمد کی خبر ملتی وہ شوالک کی پہاڑیوں میں جا چھپتے اور جب وہ واپس قندھار روانہ ہوتا تو اپنی کمین گاہوں سے نکل کر دوبارہ لوٹ مار شروع کر دیتے۔ کئی بار ایسا

---

[۲۴] مفتی علی الدین، عبرت نامہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۱ ج ۱، ص ۲۳۵۔

[۲۵] گرفن اور میسی، تذکرہ رؤسائے پنجاب، مطبوعہ لاہور ۱۹۴۰ ج ۱، ص ۸-۴۲۷۔

[۲۶] اس تلمیح کے بارے میں سید علی عباس جلالپوری لکھتے ہیں کہ اس تلمیح کی کبھی کتب متداولہ سے تحقیق نہیں ہو سکی۔ ملاحظہ ہو: مقاماتِ وارث شاہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۲، ص ۱۶۹

بھی ہوا کہ انھوں نے احمد شاہ کے عقب لشکر کو بھی نقصان پہنچایا۔ احمد شاہ کی آمد پر جب سکھ شوالک میں جا چھپتے تو ان کا مال و اسباب احمد شاہ سمیٹ کر لے جاتا، اس پر سکھوں میں یہ ضرب المثل عام ہو گئی :

کھادا پیتا لاہے دا باقی احمد شاہے دا

احمد شاہ بھی سکھوں کی آئے دن کی آنکھ مچولی سے تنگ آیا ہوا تھا کہ ایک بار اسے اطلاع ملی کہ مالیر کوٹلہ کے نواح میں کپ کے مقام پر ہزاروں کی تعداد میں سکھ اپنے اہل و عیال سمیت خیمہ زن ہیں۔ سکھ یہ سمجھتے تھے کہ احمد شاہ ان سے کئی دن کی مسافت پر ہے اور جب وہ ادھر کا رخ کرے گا وہ دو تین روز میں شوالک کی پہاڑیوں تک پہنچ جائیں گے۔ احمد شاہ نے سکھوں کی سرکوبی کا سنہری موقع سمجھتے ہوئے اپنا توپ خانہ اور بھاری سامان پیچھے چھوڑا اور آزمودہ کار شہسواروں کے ساتھ دو دن میں ایک سو پچاس میل کا فاصلہ طے کر کے کپ جا پہنچا۔ یہ ۵ فروری ۱۷۶۲ کا واقعہ ہے۔ احمد شاہ کے شہسوار سکھوں پر بلائے ناگہانی کی طرح ٹوٹ پڑے اور انھیں گاجر مولی کی طرح کاٹ کر رکھ دیا۔ مشہور سکھ مؤرخ خوشونت سنگھ لکھتا ہے کہ اس روز کوئی زندہ سکھ ایسا نہ تھا جو زخمی نہ ہوا ہو۔ سکھ کپ کی اس لڑائی کو "گھلوگھارا" کے نام سے یاد کرتے ہیں[۲۷] احمد شاہ کی اسی سکھ دشمنی اور آئے دن کی جھڑپوں کا ذکر کرتے ہوئے وارث شاہ لکھتا ہے :

احمد شاہ وانگوں میرے مگر پے کے پٹ ٹھڈ کے چاک دا تاں کیتو

دسمبر ۱۷۶۲ میں احمد شاہ لاہور سے واپسی پر دیوان کابلی مل کھتری کو لاہور کا گورنر مقرر کر گیا[۲۸] کابلی مل کے عہد میں سکھوں نے بڑی قوت فراہم کر لی اور انھوں نے جمنا عبور کر کے اضلاع سہارن پور اور میرٹھ میں لوٹ مار شروع کر دی۔ سکھوں نے انہی ایام میں

---

[۲۷] خوشونت سنگھ، اے ہسٹری آف دی سکھز، مطبوعہ پرنسٹن ۱۹۶۳ء، ج ا، ص ۷-۱۵۳۔

[۲۸] ۱۔ احوال آدینا بیگ، مخطوطہ برٹش میوزیم لندن، اورینٹل ۲۰۴۳، ورق ۵۔

۲۔ ہری رام گپتا، لیٹر مغل ہسٹری آف دی پنجاب، مطبوعہ لاہور ۱۹۴۴ء، ص ۱۹۴۔

سرہند پر حملہ کر کے اسے بھی ناقابلِ تلافی نقصان پہنچایا۔ کچھ عرصہ بعد سکھوں نے لاہور کا محاصرہ کر کے کابلی مل سے مطالبہ کیا کہ شہر میں ذبیحہ گاؤ بند کر کے قصابوں کو قتل کروا دے۔[۲۹] کابلی مل نے ذبیحہ گاؤ پر پابندی عائد کر دی اور چند قصابوں کے ناک اور کان کاٹ کر سکھوں کو لاہور کا محاصرہ اٹھا لینے پر رضامند کر لیا۔[۳۰]

احمد شاہ ابدالی کے ساتویں حملے کے بعد لہنا سنگھ اور گوجر سنگھ بھنگی اپنے جتھوں کے ساتھ بیگم پورہ کے نواح میں آدھمکے۔ اتفاق سے کابلی مل کسی کام سے لاہور سے باہر گیا ہوا تھا اور اس کی جگہ اس کا بھتیجا امیر سنگھ گورنر کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ بھنگی سرداروں نے قلعہ میں موجود باغبانوں سے ساز باز کر کے رات کے وقت قلعہ کی دیوار میں ایک شگاف بنا دیا۔[۳۱] گوجر سنگھ اپنے چند منچلے ساتھیوں کے ساتھ اسی شگاف سے قلعہ میں داخل ہو گیا اور اپنے ساتھیوں کو اطلاع دینے کی غرض سے اس نے ایک مکان کو آگ لگا دی، اشارہ ملتے ہی اس کے سپاہی قلعہ میں داخل ہو گئے۔ امیر سنگھ نے اگلے روز قلعہ پر دوبارہ قبضہ کرنے کی کوشش کی لیکن وہ اپنی کوشش میں ناکام ہو کر بھنگیوں کے ہاتھوں گرفتار ہوا۔[۳۲] بھنگیوں اور کھتریوں کی اس آویزش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے وارث شاہ لکھتا ہے:

نال چوہڑے دے کھتری گھلن لگا وارث شاہ پھر ملک نے ہسنا ایں

لاہور پر قبضہ کرنے کے بعد بھنگی سرداروں نے شہر کو آپس میں بانٹ لیا۔ سوبھا سنگھ کو نیاز بیگ، مزنگ، اچھرہ اور نواں کوٹ کے علاقے ملے۔ حویلی کابلی مل سے شالامار تک کا علاقہ گوجر سنگھ کے حصہ میں آیا اور شہر کا مرکزی حصہ بشمول کشمیری دروازہ، شیرانوالہ دروازہ، قلعہ، اور بادشاہی مسجد لہنا سنگھ کو ملے۔[۳۳] گوجرانوالہ کے حاکم چڑہت سنگھ سکرچکیہ نے بھی اس بندربانٹ

---

[۲۹] ایضاً ص ۱۹۶۔ [۳۰] مفتی غلام سرور، تاریخ مخزن پنجاب مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱۸۷۷ ص ۲۷۴۔

[۳۱] مفتی علی الدین، عبرت نامہ، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۱ ج ۱، ص ۲۳۷۔

[۳۲] ایضاً، ص ۲۳۸۔ نوٹ: وارث شاہ نے بھنگی بھنگ نوش کی بجائے خاکروب کے لیے استعمال کیا ہے۔

[۳۳] سوہن لال، عمدۃ التواریخ، مطبوعہ لاہور ۱۸۸۴، ج ۱، ص ۱۶۳۔

میں سے اپنا حصہ طلب کیا تو بھنگی سرداروں نے اسے زمزمہ توپ دے کر راضی کر لیا۔[۳۴]
احمد شاہ ابدالی کو جب لاہور پر سکھوں کے قبضے کی خبر ملی تو وہ فوج لے کر لاہور کی جانب بڑھا۔
سکھ سرداروں کو جب شاہ کی آمد کی خبر ملی تو وہ لاہور سے محفوظ مقامات کی طرف بھاگ گئے۔[۳۵]
اس پر کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے :

سو بھجے دی سو بھا گئی گجر دا گیا مال
لینے نوں دینا آیا تینوں ہوئے کنگال[۳۶]

احمد شاہ کے حملوں میں گو سکھوں کی قوت کو بڑا نقصان پہنچتا تھا لیکن وہ اس کے جاتے ہی اس کی تلافی کر لیتے تھے۔ ۱۷۶۱ تک سکھوں نے اتنی قوت پکڑ لی تھی کہ احمد شاہ ابدالی نے مجبور ہو کر ۲۹ مارچ ۱۷۶۱ کو آلا سنگھ کو راجہ کا خطاب دے کر پٹیالہ کا حاکم تسلیم کر لیا۔[۳۷] آلا سنگھ کے انتقال کے بعد احمد شاہ نے اس کے فرزند امر سنگھ کو اس کے والد کا جانشین تسلیم کر لیا۔
مشرقی پنجاب میں سکھوں کی حکومت تسلیم کر لینے کے باوجود مغربی پنجاب پر ۱۷۶۸ تک افغانوں کا قبضہ رہا، بعد ازاں مغربی پنجاب پر بھی سکھوں کا تسلط ہو گیا۔ اس موقعہ پر وارث شاہ کے جو تاثرات تھے ان کا اظہار اس نے ان الفاظ میں کیا ہے :

ساڈے دیس نے جٹ سردار آہے گھرو گھریں جان آن وچار ہوئی

سکھ بظاہر ملک میں امن و امان قائم کرنے اور مسلمانوں کو ان کے جان و مال کی حفاظت کا یقین دلایا کرتے تھے لیکن ان کی آئے دن کی وعدہ خلافیوں سے تنگ آ کر مسلمانوں نے ان کی باتوں پر کان دھرنا چھوڑ دیا۔ وارث شاہ نے سکھوں کی وعدہ خلافیوں کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے :

۳۴؎ سوہن لال، عمدۃ التواریخ، مطبوعہ لاہور ۱۸۸۸، ج ۲، ص ۱۲
۳۵؎ گنیش داس، تاریخ پنجاب، مخطوطہ برٹش میوزیم لنڈن اورینٹل ۱۶۹۳، ورق ۳۹ ب۔
۳۶؎ محمد شجاع الدین، نقوش لاہور نمبر، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۲، ص ۱۰۹۔
۳۷؎ ۱۔ مفتی غلام سرور، تاریخ مخزن پنجاب، مطبوعہ نول کشور لکھنؤ ۱۸۷۷، ص ۳۷۱
۲۔ عبدالکریم، واقعاتِ درانی، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۳، ص ۵۷-۵۸۔